بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محدث دھلی

نگران اصول
مولانا عبید اللہ صاحب رحمانی
شیخ الحدیث

مدیر مسئول
نذیر احمد املوی
رحمانی

جلد ۷	ماہ جون ۱۹۳۹ء مطابق ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ	نمبر ۲

چند تازہ عبرت انگیز حوادث

جب آزادی اور حریت کی فضا میں رہ کر جذبات واحساسات بیدار رہیں تو ادنیٰ سے ادنیٰ ٹھوکر بھی انسان کو ہوشیار اور چوکنا رکھتی ہے۔ لیکن کسی خاص ماحول میں صدیاں گذر جانے کے بعد جب صرف عملی ہی قوتیں نہیں بلکہ سمجھنے بوجھنے اور جانچنے پہچاننے کی صلاحیتیں بھی سلب کر لی جائیں، تو بڑی سے بڑی چیخ اور سخت سے سخت کڑک تو کجا؟ ہولناک دھماکہ بھی کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتا یہی حال آج ہمارا ہے۔ دولت وحکومت تو مدت ہوئی جا چکی، اور اسی کا اثر ہے کہ آہستہ آہستہ مذہب اور احساسات مذہب بھی دن بدن زوال پذیر ہیں۔ خدا کی طرف سے تنبیہات کا سلسلہ قائم ہے لیکن افسوس! کوئی سننے والا کان، اور توجہ کرنے والا دل ہی نہیں۔ زندگی کا ہر لمحہ کسی نہ کسی قومی یا شخصی حادثے کو سامنے لا کر فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ (اے آنکھوں والے! ان واقعات اور حوادث کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر عبرت حاصل کرو) کی فطری آواز سے ہمیں اپنی اصلاح حال کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دیتا رہتا ہے لیکن یہاں تو کفر والحاد، غفلت وجمود کی مسموم ہواؤں نے ہمیں سُن کر رکھا ہے۔ پس احساس ہو تو کیونکر؟ اور حرکت ہو تو کیسے؟

۴ر اپریل ۱۹۳۹ء کو عراق کے نوجوان فرمانروا شاہ غازیؒ کا انتقال بغداد میں کتنی دردانگیز حالت میں ہوا۔ آپ اپنی موٹر کو خود ہی چلاتے ہوئے تیزی کے ساتھ اپنے شاہی محل کی طرف جا رہے تھے کہ یکایک موٹر ایک بجلی کے کھمبے کے ساتھ اس زور سے ٹکرائی کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور شاہ موصوف کا سر پھٹ گیا۔ آپ فوراً بیہوش ہو گئے۔ اور ڈاکٹروں کے ہزاروں جتن کے باوجود اسی غشی اور بے ہوشی کے عالم میں صرف چالیس منٹ کے بعد آپ کی روح پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰

شاہ موصوف ۲۱ سال کی عمر میں ابھی ۱۹۳۳ء ہی میں تخت نشین ہوئے تھے، لیکن اپنی حکومت کے اسی پانچ چھ سالہ دور میں

نظام مملکت اس خوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ سنبھالا کہ نہ صرف عراق بلکہ دنیائے اسلام کی بڑی بڑی امیدیں آپ کی ذات سے وابستہ ہوگئی تھیں۔ اتحاد اسلامی کے خواب کی عملی تعبیر دیکھنے کیلئے جن عظیم الشان ہستیوں کی طرف نگاہیں لگی ہوئی تھیں، ان میں شاہ غازی مرحوم کی شخصیت بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ وہ بڑے اولوالعزم انسان اور بڑے جوانمرد پادشاہ تھے، عراق نے ان کے عہد حکومت میں بڑا اونچا مرتبہ حاصل کرلیا تھا اور توقع تھی کہ ان کی ذات سے عراق دنیائے اسلام کا ایک بہت بڑا مرکز بن جائیگا۔

لیکن سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف انسانی خیالات و توقعات کی یہ دنیا ہے اور دوسری طرف فیصلہ قضا و قدر کا یہ عبرت خیز نقشہ۔

اسی سانحہ کے متصل ہی ۶/ اپریل ۱۹۳۹ء کو دوسرا الم انگیز ملی حادثہ یہ پیش آیا کہ البانیہ کی اسلامی حکومت کو اٹلی کے جابر ڈکٹیٹر مسولینی نے محض اسلئے ہڑپ کرلیا کہ وہ کمزور تھی، اٹلی کے مقابلہ میں نہ اس کے پاس اسلحہ تھے نہ سامان جنگ اور نہ فوجیں۔ اس چھوٹی سی اسلامی سلطنت کی آزادی کو سلب کرنے کیلئے اٹلی نے بیک وقت چار سو ہوائی جہازوں ایک سو سنتر جنگی جہازوں، اور ۳۵ ہزار فوج سے حملہ کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک بچے اور ایک دیو کا مقابلہ تھا اسلئے نتیجہ وہی ہوا جس کی توقع تھی۔

اس ظالمانہ حملہ سے ایک ہی دن پہلے شاہ البانیہ کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ لیکن حملے کے بعد مجبوراً بادشاہ البانیہ کو اپنے اس نوزائیدہ شہزادہ اور اپنی ملکہ کو لیکر اسی حالت میں تخت و تاج کو چھوڑ کر وطن سے، بے وطن، دیس سے، بدیس ہونا پڑا۔ اور اب وہ اپنے اہل و عیال سمیت یونان میں اپنی زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔

ایک حساس اور دردمند مسلمانوں کیلئے یہ سانحہ بھی کچھ کم عبرت انگیز نہیں۔

ان بین الاقوامی اور ملی حوادث کے سلسلے میں، ایک میرے ذاتی صدمے کا حال بھی سُن لیجئے جو اسی اپریل کے مہینے میں پیش آیا ہے۔ گو اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ حادثہ ایک شخصی حیثیت رکھتا ہے لیکن بفحوائے اَلسَّعِیْدُ مَنْ وُعِظَ بِغَیْرِہٖ۔ (خوش نصیب وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے) آپ کے لئے بھی فائدے سے خالی نہیں۔

مسلمانوں کی عام بدحالی اور خصوصاً مذکورہ بالا دونوں تازہ واقعات کے باعث دل صدمے میں تھا ہی کہ برادر عزیز کی طرف سے اطلاع نے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کردیئے کہ ۱۰/ اپریل کو تقریباً ۱۲ بجے دن میں گھر میں اچانک آگ لگ گئی۔ اور اس شدت سے لگی کہ تھوڑی ہی دیر میں سارا گھر شعلہ زار بن گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ شاید اس جھونپڑے کا کوئی گوشہ بھی ایسا باقی نہیں رہ جائیگا جس میں ہم سر چھپا کر بیٹھ سکیں گے۔ گاؤں میں اس حادثہ کی اطلاع بجلی کی طرح پھیل گئی۔ جس نے جہاں سُنا وہیں سے بے تابانہ دوڑتے ہوئے جلد سے جلد یہاں پہنچنے کی کوشش کی۔ اور آناً فاناً میں انسانوں کا اتنا زبردست اجتماع ہوگیا کہ شاید ایسے موقع پر اس سے پہلے کم ہوا ہوگا۔ شہر تو ہے نہیں کہ فائر بریگیڈ (آگ بجھانے کی مشین) کا انتظار کیا جاتا۔ بلکہ مجمع کا ہر فرد خود فائر بریگیڈ بننے کے لئے تیار تھا۔ چنانچہ آس پاس کے کنوؤں اور گڑھوں سے پانی کھینچا جانے لگا اور ادھر باہمت بوڑھوں اور بہادر نوجوانوں کی ایک جماعت اپنے آپ کو خطرے میں ڈالکر بھڑکتے ہوئے شعلوں کے سامنے دیواروں پر چڑھ گئی۔ اور اتنی محنت و جانفشانی،